ڈاکٹر محمد شمیم اختر قاسمی*

رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور ان کے محرکات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتی جدوجہد سے صرف ۲۳ سال کی مدت میں اسلام پورے جزیرۃ العرب میں پھیل گیا اور اس کی شعاعیں دوسرے ملکوں پر بھی پڑنے لگیں۔ ہر طرف امن وامان کا دور دورہ ہوگیا، عزت وعصمت محفوظ ہوگئی اور تہذیبی واخلاقی قدریں بحال ہوگئیں۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کی اس عظیم کامیابی پر مشرق ومغرب کے معاندین اسلام جب گفتگو کرتے ہیں تو انہیں سوائے فتح کے اور کچھ نظر نہیں آتا اور خاص طور پر جب وہ عہد نبوی کی جنگوں پر بحث کرتے ہیں تو ان میں مختلف قسم کے عیوب نکالنے اور متعدد قسم کے اعتراضات کرنے لگتے ہیں۔ ان میں سے ایک مشہور اعتراض یہ ہے کہ عہد نبوی میں جتنی بھی جنگیں ہوئیں وہ لوٹ مار پر مبنی تھیں، تاکہ مالی استحکام حاصل ہو۔ مشہور مستشرق 'جرجی زیدان' نے لکھا ہے:

"عہد وپیمان سے فراغت حاصل ہوگئی اور پرامن جگہ رہنے سے اطمینان ہوگیا تو مسلمانوں کو اہل مکہ کی ایذادہی اور ان کے مظالم کا خیال آیا۔ انہوں نے انتقام لینے کی غرض سے قریشیوں پر چھاپہ مارنے اور جنگ کرنے کا قصد مصمم کیا اور بہت سے مشہور غزوات وجود میں آئے، جو اسلامی جنگوں کا مقدمہ تھے۔ اسلامی جنگ عرب کی معمولی عادت کے موافق، جس کے وہ زمانہ جاہلیت سے عادی تھے، چھوٹی چھوٹی مہموں اور قتل وغارت سے شروع ہوکر شہروں اور ملکوں کی فتح پر تمام ہوئی۔ ان غزوات میں سب سے اہم غزوۂ بدر کبری کی مہم تھی، کیوں کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی کامیابی نے انہیں پے درپے جنگ وجدل کرتے رہنے کا شوق دلایا اور ان کے ارادوں کو قوی بنادیا۔"[1]

ایک دوسرا اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ان جنگوں کے ذریعہ آپ ﷺ لوگوں کے اندر خوف ودہشت پیدا کرنا چاہتے تھے، تاکہ وہ مائل بہ اسلام ہوں۔ اسی وجہ سے قبول اسلام کے غیر معمولی واقعات رونما ہوئے۔ مستشرق 'ولہاوزن' نے لکھا ہے:

☆ اسسٹنٹ پروفیسر: شعبۂ دینیات، عالیہ یونیورسٹی، ۲۱ر حاجی محمد محسن اسکوائر، کولکاتا۔ ۷۰۰۰۱۶ (مغربی بنگال) انڈیا۔

"وہ کیا چیز تھی جس نے اسلام میں داخلی قوت اور استحکام پیدا کر دیا تھا۔ اسلامی روایتیں اس سے بحث نہیں کرتیں۔ بلکہ وہ صرف اس طاقت کے خارجی مظاہرے کے بیان پر اکتفا کرتی ہیں۔ محمد [ﷺ] کے قیام مدینہ کے زمانے کے تمام حالات مغازی رسول اللہ کے تحت بیان ہوتے ہیں۔ مدینے کے قرب وجوار کے بعض چھوٹے چھوٹے قبائل (جہینہ، مزینہ، اسلم اور خزاعہ) کے ساتھ محمد [ﷺ] نے صلح وآشتی کا برتاؤ کیا۔ فیاضانہ غیر جانب داری نے بڑھتے بڑھتے اتحاد کی صورت اختیار کی اور بالآخر یہ سب کے سب مدنی سامراج میں داخل ہو گئے۔ لیکن باقی عرب کے ساتھ خود ان کے اصول نے انہیں محاربانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ ٹھیک اسی وقت سے، جب سے اسلام نے دین کو چھوڑ کر حکومت کا لباس پہن لیا، ضرورت محسوس ہوئی کہ کافروں سے جنگ کر کے اسلام کی فضیلت کا ثبوت دیں۔ اصول کی جنگ کو تلوار سے فیصل کرنا پڑا اور اللہ کی حاکمیت مطلق کا اظہار ان لوگوں پر، جو اسے ماننے کیلئے تیار نہ تھے، جبر و تشدد کے ذریعہ کیا گیا۔ بجائے عیسیٰ کے اگر محمد [ﷺ] یہ کہتے تو زیادہ مناسب تھا کہ "میں امن کے لیے نہیں آیا ہوں، بلکہ تلوار لایا ہوں۔" اسلام گویا بت پرستوں کے خلاف ایک مستقل اعلانِ جنگ کی حیثیت رکھتا ہے۔"[۲]

یہاں پر سیرت مقدسہ ﷺ کے دیگر پہلوؤں کا ذکر نہیں ہے اور نہ عہد نبوی کی جنگوں کے تفصیلی تجزیہ کا یہ موقع ہے، بلکہ اس وقت صرف ان جنگوں کے محرکات پر ہی روشنی ڈالنی مقصود ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ غزوات وسرایا کا آغاز ہونے سے قبل مسلمان مدینہ میں کن حالات سے دوچار تھے۔ اس سے یہ خوبی واضح ہو جائے گا کہ یہ جنگیں کیوں واقع ہوئیں اور پہل مسلمانوں نے کی یا دوسرے لوگوں نے۔

ہجرت مدینہ پر کفار مکہ اور مدینہ کے یہودیوں اور منافقین کا ردعمل

جن لوگوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور ان کا سینہ ایمانی بصیرت سے منور ہوا، انہیں دیکھ کر کفار مکہ تلملا گئے، ان کا جوشِ غضب بھڑک اٹھا اور وہ انہیں طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے۔ خود نبی اکرم کو کفار ومشرکین نے شدید تکالیف پہنچائیں، یہاں تک کہ منصوبہ بند طریقے سے آپ کے قتل کا فیصلہ کر لیا۔ اسی عالم میں جب کہ کار نبوت کے بارہ سال گزر چکے تھے، آپؐ اور آپ کے صحابہ سخت مصائب سے گزر رہے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہجرت کا حکم دیا۔ اکثر اہل ایمان مال و دولت اور زمین و جائداد، عزیز و اقارب، سب کچھ چھوڑ کر بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ آ گئے۔ یہاں کے مسلمانوں نے آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا والہانہ استقبال کیا۔ حضور اکرم ﷺ کی آمد پر نہ صرف مسلمانوں کو حد درجہ خوشی ہوئی، بلکہ یہاں کے یہودیوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ آپ کی مدد اور رہنمائی سے انہیں

ان کے دشمنوں پر نصرت وفتح اور برتری حاصل ہوگی۔[۳] جس وقت حضورؐ مدینہ میں داخل ہو رہے تھے، انہی دنوں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول مدینہ کا سردار بننے والا تھا۔ اس کی تاج پوشی کی ساری تیاری بھی ہوگئی تھی۔ لیکن حضورؐ کے مدینہ پہنچنے سے اس کا خواب چکنا چور ہوگیا اور لوگوں کی توجہ ادھر سے ہٹ کر نبیؐ پر مرکوز ہوگئی۔ اس وجہ سے وہ آپ کا دشمن بن گیا۔ بعض وجوہ سے وہ کھلے عام حضورؐ سے کچھ کہنے کی جرأت تو نہیں کرسکتا تھا، لیکن درپردہ منافقانہ رول ادا کرنے لگا۔

میثاق مدینہ کے ذریعہ مدینہ کے داخلی انتشار کا انسداد: اوس وخزرج مدینہ کے اہم قبائل تھے۔ یہ لوگ اپنی پرانی رنجش کی بنا پر باہم دست وگریباں رہتے تھے۔ اس سے کبھی کبھی مدینہ کی فضا مسموم ہو جاتی تھی۔ ادھر یہودیوں کے تین معروف قبائل: بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ بھی یہیں بسے ہوئے تھے۔ اہل کتاب ہونے کی بنا پر وہ مدینہ میں اپنی برتری کا اظہار کرتے اور بسا اوقات یہاں کے اصل قبائل سے لڑتے بھڑتے رہتے تھے۔ آپؐ نے لوگوں کو اس منافقت اور جنگ جوئی سے روکنے کے لیے نہایت حکمت عملی سے ایک میثاق تیار کیا۔ جو 'میثاق مدینہ' کہلاتا ہے۔ یہ ۵۲ دفعات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے پچیس (۲۵) دفعات تو مسلمانوں سے متعلق ہیں، ستائیس (۲۷) کا تعلق دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے ہے۔ اس میں تمام باشندگان مدینہ کے حقوق کی رعایت کی گئی اور زور دیا گیا کہ تمام قبائل اور مذاہب کے لوگ آپس میں اتحاد واتفاق سے رہیں گے، ہر ایک کو اپنے مذہب پر عمل کی آزادی حاصل رہے گی اور اگر کوئی بیرونی قبیلہ مدینہ پر حملہ آور ہوتا ہے یا اس کے کسی فرد کو اذیت پہنچاتا ہے تو اس کے تدارک کے لیے سب لوگ تیار رہیں گے اور ہر طرح سے اس کی مدد کریں گے۔[۴] اس میثاق کی رو سے بہ ظاہر مدینہ ہر طرح کے داخلی وخارجی خطرات اور اندیشوں سے محفوظ ہوگیا، مگر اندرونی طور پر دشمنان دین اپنی تخریب کاری سے باز نہ آئے۔

قریش کی دھمکی: ادھر کفار مکہ کو مسلمانوں کی مضبوط پوزیشن کا علم ہوا تو ان کی دشمنی میں مزید اضافہ ہوگیا۔ انھیں اندیشہ ہوا کہ مسلمان آگے چل کر خود اہل مکہ کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے فوری کوئی بڑی کارروائی کرنے سے پہلے مدینہ کے رئیس عبداللہ بن ابی بن سلول کو ایک دھمکی بھرا خط لکھا اور زور دیا کہ تم محمد [ﷺ] کو ان کے صحابہ سمیت مدینہ سے نکال باہر کرو، یا ان سب کا قتل کردو، ورنہ ہم اپنی پوری جمعیت کے ساتھ تم پر دھاوا بول دیں گے اور سب کو فنا کردیں گے اور تمہاری عورتوں کی عزت پامال کردیں گے۔[۵] آئے دن مسلمانوں کو نئی نئی خبریں مل رہی تھیں کہ مشرکین مکہ مدینہ پر کبھی بھی حملہ کرسکتے ہیں۔ اس خطرہ کی وجہ سے حضورؐ رات رات بھر جاگ کر گزارتے۔ ایک رات کی بے چینی کو دیکھ کر حضرت سعد بن وقاصؓ نے پہرہ دیا۔[۶] خلاصہ یہ کہ مکہ سے نکل جانے کے بعد بھی قریش نے مسلمانوں کو سکون سے رہنے نہ دیا۔ جب تک انہوں نے کوئی بڑی فوجی کارروائی نہ کی، وہ مسلمانوں کو اپنے تفوق کی بنا پر ڈراتے دھمکاتے اور افواہوں کے زور پر ہراساں کیے رہے۔

اردگرد کے قبائل میں قریش مکہ کی پوزیشن مستحکم تھی: قریش مکہ کو خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے

سارے عرب میں تفوق حاصل تھا اور وہ لوگ ان کا احترام کرتے تھے۔ اگر وہ کسی وقت مسلمانوں پر حملہ کرتے تو اردگرد کے قبائل ان کا ساتھ دیتے۔ نیز قریش مکہ کے تجارتی سفر میں جو قبائل راستے میں پڑتے تھے ان سے ان کے تعلقات مستحکم تھے۔ وہ ان کی آواز پر ان کا ساتھ دیتے، جب کہ مسلمانوں کا کوئی معاون اور مددگار نہ تھا، سوائے اوس وخزرج کے، مگر ان کی تعداد بہت کم تھی اور وہ اپنے اندرونی اختلافات میں الجھے ہوئے تھے۔ ان کے تعلقات بھی قرب وجوار کے قبائل سے بہت کم تھے۔ ان حالات میں اللہ کے رسول ﷺ نے اردگرد کے قبائل میں اپنے آدمیوں کو بھیجنا شروع کیا، تاکہ ایک طرف قریش مکہ کی فوجی کاروائیوں کی خبر قبل از وقت ملتی رہے، دوسرے ان قبائل سے قربت بڑھے اور انہیں بھی معاہدے میں شامل کیا جاسکے۔ مشہور محقق وسیرت نگار ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ لکھتے ہیں:

> ''جیسے ہی یہ ابتدائی انتظامات مکمل ہوگئے، یعنی بے گھر مہاجرین کا مسئلہ ختم ہوگیا اور مملکت یعنی شہر مدینہ کے سارے قبائل کی ایک تنظیم عمل میں آگئی تو فوراً ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دورے کرنے کا آغاز فرمایا۔ پہلے شمال کی طرف گئے۔ مدینے سے شمال کی طرف تین چار دن کی مسافت پر قبیلہ جہینہ بستا تھا، اس کے معاہدے کی جو تفصیلات موجود ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبیلہ مسلمان نہیں تھا، اس کے باوجود وہ مسلمانوں کے ساتھ فوجی حلیف پر تیار تھا۔ غالباً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہوگی کہ تم تنہا ہو، تمہارے دشمن موجود ہیں، اگر وہ تم پر حملہ کریں گے تو تمہیں کوئی مدد نہیں دے گا، کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ تم اور ہم آپس میں دوستی کرلیں؟ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم پر کوئی حملہ کرے گا تو ہم تمہاری مدد کو دوڑ آئیں گے اور اگر ہم پر کوئی حملہ کرے اور ہم تم کو بلائیں تو تم بھی مدد کو آنا۔ بات معقول تھی، اس قبیلے نے قبول کرلیا۔ چنانچہ معاہدے میں صراحت ہے کہ یہ صرف فوجی معاہدہ ہے، اس کا دینی معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔'' ۷

زیارتِ خانۂ کعبہ کے لیے مسلمانوں پر پابندی: ہجرت کے کچھ ماہ بعد حضرت سعد بن معاذؓ عمرہ کی نیت سے مکہ گئے اور اپنے دوست وحلیف امیہ بن خلف کے یہاں ٹھہرے۔ ایک دن اس کے ساتھ طواف کعبہ کے لیے نکلے۔ راستے میں ابوجہل سے ملاقات ہوگئی۔ ابوجہل نے امیہ سے پوچھا: یہ کون ہے؟ اس نے کہا: یہ سعدؓ ہیں۔ اس پر ابوجہل نے سخت لہجے میں کہا کہ تم نے 'بددین' کو اپنے یہاں پناہ دے رکھی ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ مسلمان خانۂ کعبہ کا طواف کرنے آئیں۔ پھر حضرت سعدؓ سے مخاطب کرکے کہا: بہ خدا اگر تم امیہ کے ساتھ نہ ہوتے تو یہاں سے بچ کر نہیں جاسکتے تھے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے کہا: اگر تم نے ہمیں زیارت خانۂ کعبہ سے روکا تو ہم تمہارا راستہ روک دیں گے۔ ۸ مطلب یہ تھا کہ شام کے تجارتی سفر کے لیے تمہیں ہمارے علاقے سے ہی گزرنا ہوگا، اس وقت کیا کروگے۔ اس واقعہ سے

مسلمانوں پر یہ بھی واضح ہوگیا کہ اب ان کے لیے خانۂ کعبہ کے دروازے بند ہوگئے اور وہ آئندہ حج کی سعادت سے محروم رہیں گے۔

مسلمانوں کے لیے مدافعانہ جنگ لڑنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا:

اہل مکہ آپ کے دشمن تو تھے ہی، ان کی شہ پر قرب وجوار کے لوگ بھی آپ کے دشمن ہوگئے۔ عبداللہ بن ابی کے منصوبہ کی تکمیل نہ ہونے کی بنا پر وہ بھی آپ کا دشمن بن گیا تھا۔ پھر جب قریش مکہ کی شہ ملی تو اس کی عداوت اور زیادہ بڑھ گئی۔ یہودیوں نے بلاوجہ آپ کو اپنا دشمن سمجھ لیا۔ اب وہ وقت آگیا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ کھول دیئے جائیں اور انہیں حکم دیا جائے کہ جو لوگ انھیں ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور ان کے وجود کو فنا کرنے پر کمر بستہ ہیں، ان کا مقابلہ کریں۔ وہ مظلوم ہیں اللہ ان کی مدد کرے گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

"أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ. اَلَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ." (الحج:۳۹-۴۰)

(اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے، کیوں کہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے، صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے: "ہمارا رب اللہ ہے۔)

اس آیت میں صاف کہا گیا ہے کہ ان لوگوں کو یوں ہی جنگ کی اجازت نہیں دی جارہی ہے اور بلاوجہ نبیؐ لوگوں سے جنگ نہیں لڑ رہے ہیں، بلکہ یہ مظلوم ہیں، انہیں ستایا گیا، گھروں سے نکالا گیا اور سکون سے رہنے نہیں دیا گیا، اس لیے اپنے دفاع میں یہ اقدام کررہے ہیں۔ اس کے باوجود نبی ﷺ اس بات کے خواہاں تھے کہ دونوں فریقوں کے درمیان جنگ کی نوبت نہ آئے۔ چنانچہ اسی غرض کے لیے قرب وجوار کے علاقوں میں وفود روانہ کیے، تاکہ قریش مکہ اپنی تجارت کا خطرہ محسوس کرکے مسلمانوں سے صلح کا ہاتھ بڑھائیں۔ ان وفود کا مقصد لوٹ مار اور ڈاکہ زنی قطعاً نہیں تھا۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

"غرض ان حالات کی بنا پر غزوۂ بدر سے پہلے سو سو پچاس پچاس کی ٹکڑیاں مکہ کی طرف روانہ کی جانے لگیں۔ ابواء کی مہم سے پہلے بذات خاص آپؐ نے کسی مہم میں شرکت نہیں کی۔ اس ابواء کی مہم سے پہلے، جو صفر ۲ھ میں واقع ہوئی اور جس میں آپ نے خود شرکت فرمائی تھی، ارباب سیر نے تین مہموں کا ذکر کیا ہے، جن کو ان کی زبان میں 'سریہ' کہتے ہیں۔ سریۂ حمزہ، سریۂ عبیدہ بن حارث، سریۂ سعد بن ابی وقاص۔ لیکن ان میں سے کسی مہم میں کوئی کشت وخون نہیں ہوا۔ یا تو بیچ بچاؤ ہوگیا یا بچ کر نکل گئے۔ ارباب سیر نے ان سرایا کا مقصد یہ بتایا ہے کہ یہ قریش کے

تجارتی قافلہ کو چھیڑنے کے لیے بھیجے جاتے تھے، یعنی حضرت سعد کی تہدید کے مطابق ان کی شامی تجارت کو بند کرنا مقصود تھا۔ مخالفین کہتے ہیں کہ صحابہ کو غارت گری کی تعلیم دی جاتی تھی۔ لیکن یہ الزام کس قدر جہالت پر مبنی ہے کہ اول تو اسلام کی شریعت میں یہ سخت تر گناہ ہے، ثانیاً واقعہ کیا بتاتا ہے؟ کیا ان میں سے کسی مہم میں بھی یہ مذکور ہے کہ صحابہ نے قافلہ کا مال لوٹ لیا؟ ثالثاً اگر ان سرایا کا مقصد لوٹنا اور ڈاکہ ڈالنا ہی ہوتا تھا تو قریش کے قافلۂ تجارت کے سوا یہ مقصد کہیں اور نہیں حاصل ہوسکتا تھا؟"۹

کون نہیں جانتا کہ عرب کی سرزمین بر سہابرس سے غیر مامون تھی اور ان کے درمیان قتل وخوں ریزی کا لامتناہی سلسلہ جاری تھا۔ لیکن حضور کی بعثت کے صرف بیس (۲۰) سال بعد فتح مکہ کے ساتھ ہی پورے عرب میں امن وامان کی فضا طاری ہوگئی۔ اسی کے حصول کے لیے تو نبیؐ نے اتنی مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کی تھیں۔ یہ مقصد آپ کو اقدامی جنگ کے ذریعہ نہیں، بلکہ دفاعی جنگ کے ذریعہ حاصل ہوا۔ جنگ بدر تا جنگ احزاب ساری جنگیں مدافعانہ تھیں۔ یہ جنگیں یا تو مدینے کے قریب لڑی گئیں یا مکہ ومدینہ کے درمیانی مقام پر۔ مقام جنگ اس بات کے ثبوت ہیں کہ حملہ آور مشرکین تھے، جو اسلام کو مٹانے کے ارادے سے آئے تھے۔ مدافعت کا حق دنیا کا ہر قانون تسلیم کرتا ہے۔ خود عیسائی کتب مقدسہ اس حق سے انکار نہیں کرتیں۔ عہد نامۂ قدیم کی رُو سے فیصلہ کیا جائے تو پورا مشرک عرب گردن زدنی قرار پائے گا اور مسلمانوں کو مدافعت کا پورا پورا استحقاق میسر تھا۔۱۰

قریش مکہ کی جانب سے حملہ کی پہل: غزوۂ بدر سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے جو سرایا روانہ کیے، ان میں سے کسی بھی سریہ کی قریش مکہ سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی۔ البتہ ان کا ایک مفید نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ آپؐ کے ذریعے مختلف قبائل کے درمیان جو عہد وپیمان ہوئے 'یا تو وہ آپ کا ساتھ دیں گے، یا پھر غیر جانب دار رہیں گے' سے قریش مکہ اپنے لیے خطرہ محسوس کرنے لگے۔ اسی بوکھلاہٹ میں کرز بن جابر فہری نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کردیا اور مدینہ والوں کے مویشیوں کو بھگا لے گیا۔ اس نازیبا حرکت کے ذریعہ قریش مکہ مسلمانوں کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ ہم تین سو میل دور رہنے کے باوجود تمہارے گھروں سے مویشی بھگا لے جاسکتے ہیں، تو پھر تم پر کسی وقت حملہ کرنے کی طاقت بھی رکھتے ہیں۔ مسلمانوں نے ان قریشی لٹیروں کا دور تک تعاقب کیا، مگر وہ بچ کر نکل گئے۔۱۱

قریش کی جنگی کارروائیوں کا پتہ لگانا: حضور اکرم ﷺ حالات کے پیش نظر چند افراد پر مشتمل قافلہ کو ادھر اُدھر بھیجا کرتے تھے، تاکہ قریش مکہ کی کارروائی کی خبر قبل از وقت ملتی رہے۔ اسی غرض کے لیے آپؐ نے ایک مختصر دستہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی قیادت میں ہجرت کے سترہ (۱۷) ماہ بعد ماہ رجب میں روانہ کیا۔ یہ دستہ مکہ کے بالکل قریب پہنچ گیا، جہاں سے قریش مکہ کی کارروائیوں سے آگاہی حاصل کی جاسکتی تھی۔ اسی مقام پر قریش کے ایک

تجارتی قافلہ سے مسلمانوں کا آمنا سامنا ہوگیا۔اب ان کے لیے مقابلہ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ رجب کی آخری تاریخ تھی جو اشہر حرم میں شامل ہے اور اس میں جنگ ممنوع ہے۔آپسی ردوقدح کے بعد یہ بات طے پائی کہ ان پر حملہ کیا جائے۔اس جھڑپ میں قریش کا ایک آدمی مارا گیا۔کچھ بھاگ نکلے۔دو کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا اور ان کے سامان پر قبضہ کر کے کامیاب وکامران مدینہ لوٹے۔کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی طرف سے کرز بن جابر فہری کے حملے کا جواب تھا۔جب یہ لوگ مدینہ پہنچے اور قیدیوں اور مال غنیمت کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپؐ نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم نے تمہیں حملہ کرنے کی اجازت تو نہیں دی تھی؟۱۲ اس حملے پر مشرکین نے بھی واویلا مچایا اور ہر طرف سے سوال ہونے لگے کہ مسلمانوں نے حرام مہینے کی حرمت پامال کی ہے۔اس پر سورۂ بقرہ کی آیت ۲۱۷ نازل ہوئی،جس میں فرمایا گیا کہ قریش کی زیادتیوں کے سامنے یہ واقعہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

غزوۂ بدر کے اسباب: غزوۂ بدر سے ایک مہینہ قبل خود رسول اکرم ﷺ ڈیڑھ دو سو صحابہ کو ساتھ لے کر مقام ذی عشیرہ تک گئے تھے۔اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کے سراغ رساں دستہ نے آپ کو اطلاع دی کہ قریش کی ایک جماعت ان کا مال تجارت لے کر شام کے لیے مکہ سے روانہ ہو چکی ہے۔مگر جب حضورؐ مقام مذکور پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ وہاں سے گزر چکا ہے۔یہیں سے اسلامی تاریخ میں غزوات کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔بیش تر مورخین اور اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ جب مذکورہ قافلہ واپس آرہا تھا،جو اپنے ساتھ کثیر منافع اور مال و دولت رکھتا تھا تو اس کے تعاقب کے لیے رسول ﷺ دوبارہ نکلے،جس کے نتیجے میں جنگ بدر واقع ہوئی۔اس قافلہ کا سردار ابوسفیان تھا اور ان کے ساتھ قریش کے دیگر بڑے سردار بھی تھے۔غور طلب بات ہے کہ کیا قریش مکہ 'مخلہ' کے حملہ سے بے خبر تھے؟کیا انہیں اندازہ نہیں تھا کہ مال و دولت سے بھرے اس قافلہ کو نبیؐ اور آپ کے اصحاب روکنے کی کوشش کریں گے؟انہوں نے مسلمانوں کے ارادے کا پوری طرح اندازہ کر لینے کے بعد ہی یہ سفر اختیار کیا ہوگا،قریش کا یہ قافلہ جاتے ہوئے مسلمان کی گرفت سے بچ نکلا،مگر واپسی کے وقت اسے یقین تھا کہ اس بار ضرور مسلمانوں سے سامنا ہوگا۔اس لیے ابوسفیان نے پہلے ہی مکہ خبر بھجوادی کہ ہمارا قافلہ خطروں میں گھر چکا ہے،ہماری مدد کے لیے پوری تیاری کے ساتھ پہنچو۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کی تیاری قریش مکہ نے پہلے سے ہی شروع کر دی تھی۔فوجی قوت کی فراہمی اور نقل وحرکت کے انتظامات کیلئے درکار وقت کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ منصوبہ ایسے وقت تیار کیا گیا جب ابوسفیان کا قافلہ ابھی شام سے روانہ بھی نہ ہوا تھا۔۱۳ تاہم نبیؐ نے اپنی اس کارروائی کو اپنے صحابہ کے لیے بہت زیادہ ضروری نہیں سمجھا کہ اس میں شرکت سب کیلئے لازمی ہو۔جیسا کہ امام بخاری نے صراحت کی ہے۔۱۴ اس کی تائید ابن ہشام کے مندرجہ ذیل اقتباس سے بھی ہوتی ہے:

> ''لوگوں نے آپ کی ترغیب کا اثر قبول کیا اور بعض تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے،البتہ بعض نے سستی کی۔اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے خیال کیا کہ رسولؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ جنگ درپیش

ہے۔''۱۵

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے چند سواریوں اور معمولی جنگی اسلحہ کو جمع کیا اور تین سو تیرہ (۳۱۳) صحابہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور مقام بدر پر پہنچ کر مکی فوج اور قافلہ کا انتظار کرنے لگے۔ ادھر ابوسفیان کی طرف سے خبر ملتے ہی سارا مکہ اس کی مدد کو نکل پڑا۔ یہ دستہ ایک ہزار نفوس پر مشتمل اور پوری طرح آلات حرب سے لیس تھا۔ اچانک تیاری میں اتنا ساز و سامان اور اتنی تنظیم نہیں ہو سکتی۔ اس لیے لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ پہلے سے ہی اس کی تیاری کر رہے تھے، البتہ بعد میں اس کارروائی کو قافلہ کی حفاظت کا نام دیا گیا۔

جب رسول اکرم ﷺ بدر کے مقام پر پہنچے تو ابوسفیان کا قافلہ راستہ بدل کر وہاں سے نکل چکا تھا۔ اس قافلہ کے بچ نکلنے کی خبر قریش کی فوج کو ہو گئی تھی، جو اس کی مدد کے لیے آ رہی تھی۔ اب مسلمانوں سے لڑنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، چنانچہ بعض لوگوں نے سپہ سالار ابوجہل سے کہا کہ چوں کہ ہمارے آدمی اور اموال محفوظ ہیں، ابوسفیان بچ کر مکہ کی طرف روانہ ہو چکا ہے، اس لیے اب جنگ کی کوئی ضرورت نہیں، مگر ابوجہل نے ان لوگوں کی بات نہ مانی اور آمادۂ جنگ رہا، دوسری طرف مسلمان کسی بڑی جنگ کی نیت سے نہیں آئے تھے، اس لیے حضورؐ نے اس نازک وقت میں صحابۂ کرام سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ مہاجرین اور انصار سب نے بیک زبان کہا کہ ان کا مقابلہ کیا جائے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اس پر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

''چلو اور خوش ہو جاؤ کہ اللہ نے مجھ سے دونوں گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔ واللہ اس وقت گویا میں بے شبہ ان لوگوں کے پچھڑنے کے مقامات دیکھ رہا ہوں۔''۱۶

تین سو تیرہ (۳۱۳) اور ایک ہزار (۱۰۰۰) ہزار کا کیا مقابلہ، وہ بھی اس حال میں کہ مسلمانوں کے پاس جنگی اسلحہ بھی فریق مخالف کے مقابلہ میں بہت کم تھا۔ لیکن چونکہ یہ حق و باطل کا پہلا معرکہ تھا، اس لیے ان کے حوصلے بلند تھے۔ انھوں نے یہ جنگ اپنے ذاتی مفاد اور مال و دولت کے لالچ میں نہیں کی تھی، بلکہ اللہ کی رضا اور اس کے دین کو دنیا میں غالب و نافذ کرنے کے لیے کی تھی۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نصرت و مدد فرمائی، قریش مکہ شکست سے دوچار ہوئے اور مسلمانوں کو کامیابی اور سرخروئی حاصل ہوئی۔

ابوسفیان کے ذریعے مسلمانوں پر دوبارہ حملہ: قریش مکہ اب بھی سکون سے نہ بیٹھے اور انھوں نے بدر کی شکست کا بدلہ لینے کی ٹھان لی، یہاں تک کہ ابوسفیان نے قسم کھائی کہ جب تک محمد [ﷺ] سے فیصلہ کن جنگ نہ کر لوں گا اس وقت تک جنابت غسل کے لیے پانی کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔ اپنی قسم کو پوری کرنے کے لیے اس نے دو سو سواروں کو ساتھ لیا اور مدینہ کے قریب ایک پہاڑی کے دامن میں اترا۔ اپنے لشکر کو اس نے وہیں ٹھہرایا اور خود رات کی تاریکی میں مدینہ کے یہودی سلام بن مشکم کے پاس گیا۔ اس نے اسے مہمان بنایا اور مسلمانوں کے رازوں کی خبر دی۔ پھر وہ رات کے

آخری حصے میں وہاں سے نکل گیا۔ جاتے جاتے مدینہ کے ایک کنارے 'عریض' کے مقام پر واقع ایک نخلستان میں آگ لگا دی اور ایک انصاری سعد بن عمرؓ اور ان کے حلیف کو کھیت میں تنہا پا کر قتل کر دیا۔ حضور ﷺ کو اس حملہ کی خبر ہوئی تو چند صحابہ کو اس کے پیچھے دوڑایا، مگر وہ اس کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ۱۷ اس حملہ کے ذریعہ ابوسفیان نے اپنی قسم تو پوری کر لی، مگر خواہ مخواہ مسلمانوں کو مجبور کر دیا کہ تم بھی قریش پر حملہ کرو۔

بنو قینقاع کی معاہدہ شکنی اور اس کا انجام: مدینہ میں آباد یہودیوں کا ایک قبیلہ بنو قینقاع تھا۔ مسلمانوں کو غزوۂ بدر میں شان دار کامیابی ملی تو ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے۔ سب سے پہلے انھوں نے ہی عہد شکنی کی اِس پر اللہ کے رسول نے انہیں سمجھایا، مگر انھوں نے پلٹ کر جواب دیا:

> ''اس دھوکے میں نہ رہنا کہ ہم بھی تمہاری قوم کی طرح ہیں۔ ان لوگوں کو جنگ کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا، اس لیے تم نے ان پر قابو پا لیا۔ ہم سے جنگ کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم خاص قسم کے لوگ ہیں۔'' ۱۸

ایک دن اپنی بدباطنی کی وجہ سے انھوں نے اس کا موقع بھی فراہم کر دیا کہ ان پر سختی کی جائے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ ہوا یہ کہ ایک مسلمان عورت کچھ سامان خریدنے کی غرض سے ان کے ایک دکان دار کے یہاں گئی۔ دکان دار نے اس کے ساتھ شرارت کی۔ خاتون نے اپنی مدد کے لیے آواز لگائی، اس پر ایک مسلمان نے دکان دار کو قتل کر دیا۔ ردِّعمل کے طور پر یہودیوں نے اس مسلمان کو شہید کر دیا۔ اس پر فضا کشیدہ ہو گئی۔ مقتول مسلمان کے اقربا اور ان کے حلیف بگڑے تو پوری آبادی مسلم آبادی پر ٹوٹ پڑی۔ اس فساد کو ختم کرنے کے لیے بنو قینقاع کے خلاف تادیبی کاروائی کی گئی۔ ان کا محاصرہ کیا گیا۔ باہر سے کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچا تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس وقت منافق عبداللہ بن ابی درمیان میں آ گیا اور نبی ﷺ سے درخواست کی کہ میرے حلیفوں کے ساتھ رحم کا معاملہ کیجیے۔ آپؐ نے ان کی جان بخشی تو کر دی، مگر حکم دیا کہ وہ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ ۱۹

غزوۂ احد:

ابوسفیان غزوۂ بدر کا بدلہ لینے کی مسلسل تیاری کرتا رہا۔ اس کے ساتھ بعض دوسرے سردار بھی قریش کے اعیان واشراف کے پاس پہنچتے اور انہیں آمادہ کرتے کہ مسلمانوں سے ایک بڑی جنگ لڑنے میں ہماری ہر طرح سے مدد کریں، یہاں تک کہ پورا مکہ ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کی خواتین نے بھی اس جنگ میں حصہ لیا۔ جب تین ہزار کا لشکر جرار تمام ساز وسامان کے ساتھ تیار ہو گیا تو منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا آگے بڑھا اور جبل احد کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ (جاری ہے)